فتاویٰ امن پوری (قسط۱۶۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: پاگل جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر پاگل جانور میں قربانی کی شرائط پوری ہیں، تو اس کی قربانی جائز ہے۔

سوال: لمبے ناخن رکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: لمبے ناخن رکھنا حرام، خلافِ فطرت اور کافروں کے ساتھ مشابہت ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''پانچ چیزیں فطرت ہیں؛ ① ختنہ ② زیر ناف بالوں کی صفائی ③ مونچھیں ہلکی کرنا ④ ناخن تراشنا ⑤ بغلوں کے بال اکھاڑنا۔''

(صحيح البخاري : 5891، صحيح مسلم : 257)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے مونچھیں کاٹنے، ناخن تراشنے، بغلوں کے بال اکھاڑنے اور زیر ناف بالوں کی صفائی کا (زیادہ سے زیادہ) وقت چالیس دن مقرر فرمایا۔''

(صحيح مسلم : 258)

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مونچھیں کاٹنا، بغلوں کے بال اکھاڑنا اور ناخن تراشنا (واجبی) سنت ہے۔''

(السنن الكبرٰی للبیهقي :149/1، وسندهٗ صحیحٌ)

چالیس دنوں سے زیادہ ناخن نہ تراشنا حرام وناجائز ہے، کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے حکم اورسنت کی مخالفت ہے، جوسراسر ہلاکت وبربادی کا باعث ہے۔مسلمانوں کوچاہیے کہ کافروں کی نقالی کی بجائے نبی کریم ﷺ کے اسوہ کو اپنائیں۔اسی میں دین و دنیا کی خیروبھلائی ہے۔

سوال: دیہات میں جمعہ کا کیاحکم ہے؟

جواب: قریہ کا اطلاق شہر پربھی ہوتا ہے اور دیہات پربھی۔ بستیوں میں جمعہ بالاجماع جائز ہے۔مسلمان قرآن کریم کےعموم کے مطابق ہرجگہ جمعہ کے قائل ہیں، وہ بستی ہو،شہر ہو،صحراء ہو یا جنگل۔ جہاں بھی تین یا اس سے زائد مسلمان ہوں، وہ جمعہ ادا کریں۔ یہ قید لگانا کہ جمعہ صرف بڑے شہر میں ہوتا ہے، بستیوں میں جمعہ نہیں ہوتا، بے دلیل موقف ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي مَسْجِدِ عَبْدِ القَيْسِ بِجُوَاثٰى مِنَ الْبَحْرَيْنِ .

''مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ مسجد عبدقیس میں ادا کیا گیا، جوبحرین کی ایک بستی میں واقع ہے۔''

(صحیح البخاري : 892)

❀ اس حدیث کے تحت حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْجُمُعَةَ تُقَامُ فِي الْقُرٰى، وَهُوَ قَوْلُ

مَالِكٍ وَّالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ : لَا تُقَامُ إِلَّا فِي الْأَمْصَارِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ بستیوں میں بھی جمعہ ادا کیا جائے گا۔امام مالک،امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جمعہ صرف شہروں میں ہی ادا ہو سکتا ہے۔''

(كشف المُشكل من حديث الصّحيحين : 420/2)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک خط کے جواب میں فرمایا:

جَمِّعُوا حَيْثُ كُنْتُمْ .

''جہاں بھی ہوں، جمعہ ادا کریں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 101/2، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ قول عام ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مطابق جمعہ ہر جگہ ادا کیا جا سکتا ہے،شہر کی قید نہیں۔ اس اثر میں شہر کی قید لگانا بلا دلیل ہے۔

تنبیہ:

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تَشْرِيقَ وَلَا جُمُعَةَ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ .

''نماز عید اور نماز جمعہ صرف ان آبادیوں میں فرض ہے، جن کے باشندے مستقل رہائش پذیر ہیں۔''

(معرفة السّنن والآثار للبيهقي : 6330، وسندهٗ صحيحٌ)

قرآن کریم کے عموم اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق ہر جگہ جمعہ ادا کیا جا سکتا

ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل علم کے اقوال کا یہ مطلب نہیں کہ بستیوں میں جمعہ یا عید ادا نہیں ہوسکتی، بلکہ اہل علم نے اس کے دو مفہوم بیان کیے ہیں؛

① حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

''سلف کے اقوال و افعال سے درست بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان بستیوں میں جمعہ قائم کیا جائے گا، جہاں لوگ مقیم ہوں اور ان میں نہیں، جہاں لوگ مسافر ہوں اور انہوں نے وہاں سے کوچ کر جانا ہو، علی رضی اللہ عنہ کی یہی مراد ہے۔''

(المُهذّب في اختصار السّنن الكبير : 1109/3)

② علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

''اس سے مراد وہ بستیاں ہیں، جن میں کوئی والی ہوتا ہے، جسے امام نے مقرر کیا ہوتا ہے، تو ان کی مراد یہ ہوگی کہ جمعہ صرف امام کی اجازت سے ہوتا ہے، ایسی جگہ میں، جہاں اس کا کوئی نائب ہو، وہ اس کی اجازت سے جمعہ پڑھائے گا۔ امام احمد نے یہی تفسیر کی ہے۔''

(فتح الباري لابن رجب : 140/8)

(سوال): کیا اعتکاف صرف جامع مسجد میں جائز ہے؟

(جواب): اعتکاف ہر مسجد میں ہوسکتا ہے۔

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (البقرة : ۱۸۷)

''تم مسجد میں اعتکاف کر رہے ہو۔''

❁ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَمَّ اللّٰهُ الْمَسَاجِدَ كُلَّهَا وَلَمْ يَخُصَّ شَيْئًا مِنْهَا .

''اللہ تعالیٰ نے تمام مسجدوں کو شامل کیا ہے، کسی مسجد کو خاص نہیں کیا۔''

(مؤطأ الإمام مالك : 313/1)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْاعْتِكَافُ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا .

''تمام مساجد میں اعتکاف (کا بیان)''

(صحيح البخاري، قبل الحديث : 2025)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْاِعْتِكَافُ جَائِزٌ فِي جَمِيعِ الْمَسَاجِدِ عَلٰى ظَاهِرِ الْآيَةِ .

''آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف تمام مساجد میں جائز ہے۔''

(الإشراف على مذاهب العلماء : 160/3)

② سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُورًا .

''میرے لیے زمین کو مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 335، صحيح مسلم : 521)

❁ اس حدیث کے تحت علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ پوری زمین میں نماز جائز ہے، ورنہ تو نص اور اجماع سے ثابت ہے کہ پیشاب و پاخانہ مسجد کے علاوہ ہر جگہ جائز ہے، لہٰذا یہ بات درست ہے کہ مسجد کے علاوہ مقامات کا مسجد والا حکم نہیں ہے، یہ بھی

درست ہے کہ مسجد کے علاوہ کہیں اعتکاف نہیں۔''

(المحلّٰی بالآثار : 428/3)

③ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ، يُجْمَعُ فِيهِ .

''اعتکاف صرف اس مسجد میں ہوسکتا ہے، جس میں نماز باجماعت کا اہتمام ہو۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 90/3، وسندهٗ صحيحٌ)

④، ⑤ امام حکم بن عتیبہ اور امام حماد بن ابی سلیمان رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْتَكَفُ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ يَجْمَعُونَ فِيهِ .

''اعتکاف صرف اس مسجد میں کیا جا سکتا ہے، جس میں لوگ باجماعت نماز پڑھتے ہوں۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 91/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑥ امام ابوجعفر باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ يُجْمَعُ فِيهِ .

''اعتکاف صرف اس مسجد میں جائز ہے، جس میں نماز باجماعت کا اہتمام ہو۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 91/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑦ امام عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ .

''اعتکاف اس مسجد میں درست ہے، جس میں نماز کی جماعت ہوتی ہو۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 91/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑧ ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَبَا قِلَابَةَ اعْتَكَفَ فِي مَسْجِدِ قَوْمِهِ .

''امام ابوقلابہ رحمہ اللہ نے اپنے علاقے کی مسجد میں اعتکاف کیا۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 89/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑨ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِالِاعْتِكَافِ فِي مَسَاجِدِ الْقَبَائِلِ .

''قبائل کی مساجد میں اعتکاف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 90/3، وسندهٗ صحيحٌ)

⑩ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَمْرُ عِنْدَنَا الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ، أَنَّهٗ لَا يُكْرَهُ الْاعْتِكَافُ فِي كُلِّ مَسْجِدٍ يُجَمَّعُ فِيهِ .

''ہمارا اتفاقی مسئلہ ہے کہ جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہے، اس میں اعتکاف کرنا مکروہ نہیں ہے۔''

(مؤطأ الإمام مالك :313/1)

سوال: ٹڈی کا کیا حکم ہے؟

جواب: ٹڈی بالاتفاق حلال ہے۔ مچھلی کی طرح اسے بھی ذبح نہیں کیا جاتا۔ اس کا شمار حشرات الارض میں ہوتا ہے۔ یہ چھ ٹانگوں والا کیڑا ہے۔ اس میں خون نہیں ہوتا۔ کئی بیماریوں میں بطور علاج استعمال ہوتا ہے۔ قوم موسیٰ پر ٹڈیوں کا عذاب آیا تھا۔ (سورت اعراف:۱۳۳) سیدنا ایوب علیہ السلام پر سونے کی ٹڈیوں کا لشکر اُتارا گیا۔ (صحیح بخاری:۲۷۹)

سیدنا ایوب علیہ السلام صابر نبی تھے، قضائے الٰہی پر راضی ہونے والے تھے، یہ ان کے لیے بطور معجزہ واکرام صلہ تھا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ الْجَرَادَ .

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات میں شریک ہوئے، جن میں ہم ٹڈیاں کھاتے رہے۔''

(صحيح البخاري : 5495، صحيح مسلم : 1952)

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ٹڈی کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

وَدِدْتُ أَنَّ عِنْدِي قَفْعَةً نَأْكُلُ مِنْهُ .

''دل کرتا ہے کہ میرے پاس ٹڈیاں سے بھری ٹوکری ہو اور ہم کھائیں۔''

(مؤطأ الإمام مالك : 933/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ؛ الْجَرَادُ وَالْحِيتَانِ وَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ .

''ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کر دیے گئے ہیں؛ (مردار میں) ٹڈی اور مچھلی، (اور خون میں) جگر اور تلی۔''

(السّنن الكبرى للبيهقي : 1196، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ الْمَيِّتَ يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الْجَرَادُ وَالْحُوتُ .

''میں کسی مردہ چیز کو حلال نہیں جانتا، سوائے ٹڈی اور مچھلی کے۔''

(كتاب الأم : 233/2، ط النّجار)

اجماع:

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى إِبَاحَةِ أَكْلِ الْجَرَادِ إِذَا وُجِدَ مَيِّتًا .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ ٹڈی مردہ بھی ملے، تو اسے کھانا حلال ہے۔''

(الإجماع : 744)

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفِ الْعُلَمَاءُ فِي أَكْلِهِ عَلَى الْجُمْلَةِ، وَأَنَّهُ إِذَا أُخِذَ حَيًّا وَقُطِعَتْ رَأْسُهُ أَنَّهُ حَلَالٌ بِاتِّفَاقٍ .

''مجموعی طور پر اہل علم نے ٹڈی کو کھانے میں اختلاف نہیں کیا۔ ٹڈی کو زندہ پکڑ کر اس کا سر کاٹ دیا جائے، تو یہ بالاتفاق حلال ہے۔''

(تفسير القُرطبي : 268/7)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلسَّمَكُ وَالْجَرَادُ إِذَا مَاتَا طَاهِرَانِ بِالنُّصُوصِ وَالْإِجْمَاعِ .

''مچھلی اور ٹڈی مر جائیں، تو نصوص شرعیہ اور اجماع کی رُو سے پاک ہیں۔''

(المَجموع شرح المهذّب : 561/2)

سوال: دَم پر اجرت لینا کیسا ہے؟

(جواب): دَم پر اُجرت لینا جائز ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''اصحابِ رسول کا گروہ ایک چشمے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے لوگوں کے پاس سے گزرا۔ ان میں سے کسی شخص کو موذی جانور نے ڈس لیا تھا۔ ان کا ایک آدمی صحابہ کرام کے پاس آیا اور پوچھا: کیا تم میں کوئی دَم کرنے والا ہے؟ چشمے کے پاس پڑاؤ کرنے والوں میں ایک شخص کو کسی موذی جانور نے کاٹ لیا ہے۔ ایک صحابی گئے اور بکریوں کے عوض سورۂ فاتحہ پڑھ کر دَم کیا تو وہ شفایاب ہو گیا۔ وہ بکریاں لے کر دوسرے صحابہ کے پاس آئے تو انہوں نے اس کام کو ناپسند کیا اور (اعتراض کرتے ہوئے) کہا: آپ نے قرآنِ کریم پر اُجرت لی ہے! حتی کہ جب وہ مدینہ منورہ واپس آئے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس شخص نے کتاب اللہ پر اُجرت لی ہے۔ اس پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں پر تمہارا اُجرت لینا جائز ہے، ان میں سب سے اولیٰ کتاب اللہ ہے۔''

(صحيح البخاري: 5737)

❁ سیدنا ابوسعید، خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام کی جماعت عربوں کے ایک قبیلے کے پاس آئی تو انہوں نے مہمان نوازی نہ کی۔ اسی اثنا میں ان کے سردار کو موذی جانور نے ڈَس لیا۔ وہ کہنے لگے: کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا دَم کرنے والا کوئی شخص ہے؟ صحابہ کرام نے کہا: تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، ہم بھی اس وقت تک دَم نہیں کریں

گے، جب تک تم ہماری اُجرت مقرر نہیں کرتے۔ قبیلے والوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ مقرر کر دیا۔ ایک صحابی سورۂ فاتحہ کی قراءت کرنے لگے اور اپنی تھوک جمع کر کے اسے پھونکنے لگے۔ یوں وہ شخص شفایاب ہو گیا اور صحابہ کرام بکریاں لے آئے۔ کچھ صحابہ کرام نے کہا کہ ہم اس وقت تک یہ بکریاں نہیں لیں گے، جب تک نبی اکرم ﷺ سے پوچھ نہ لیں۔ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا، تو آپ ہنس دیے اور (دَم کرنے والے صحابی سے) فرمایا: آپ کو کیسے معلوم تھا کہ سورۂ فاتحہ دَم ہے؟ بکریاں لے لیں اور اُن سے میرا حصہ بھی نکالیے۔''

(صحیح البخاري: 5736؛ صحیح مسلم: 2201)

۞ فقیہ الامت، امام بخاری رحمہ اللہ (256ھ) نے اس حدیث کو کتاب الإجارة (اُجرت کے بیان) اور کتاب الطبّ (علاج کے بیان) میں ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآنِ کریم تعلیم اور دَم وغیرہ پر اجرت لینا جائز ہے۔

۞ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (449ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''دَم کے معاوضے اور قرآنِ کریم کی تعلیم پر اُجرت میں کوئی فرق نہیں، کیوں کہ دونوں معاملات منفعت پر مبنی ہیں، نیز نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ اُجرت لینے کے حوالے سے سب سے بہترین چیز کتاب اللہ ہے، یہ فرمان عام ہے اور اس میں تعلیم وغیرہ پر اُجرت کا جواز بھی شامل ہے۔''

(شرح صحیح البخاري: 406/6)

۞ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (855ھ) لکھتے ہیں:

مُطَابَقَتُهُ لِلتَّرْجَمَةِ مِنْ حَيْثُ إِنَّ فِيهِ جَوَازَ أَخْذِ الْأُجْرَةِ لِقِرَائَةِ الْقُرْآنِ، وَلِلتَّعْلِيمِ أَيْضًا، وَلِلرُّقْيَا بِهِ أَيْضًا لِّعُمُومِ اللَّفْظِ .

''اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح سے ہے کہ اس میں قرآنِ کریم پڑھ کر، اس کی تعلیم دے کر اور اس کا دَم کر کے اُجرت لینے کا جواز ہے، کیوں کہ حدیث کے الفاظ میں عموم ہے۔''

(عمدة القاري : 95/12)

❁ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (1182ھ) لکھتے ہیں:

''امام بخاری رحمہ اللہ نے اس قصہ کو قرآنِ کریم پر اُجرت کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ اگر چہ اس حدیث میں تعلیم پر اُجرت کا بیان نہیں ہوا، لیکن اس میں قرآنِ کریم پڑھنے کے بدلے معاوضہ لینے کا ذکر ضرور ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیم یا کسی دوسرے مقصد (علاج) کے لیے قرآنِ کریم کی قراءت پر اُجرت جائز قرار دینے کے لیے اس حدیث کو بیان کیا ہے، کیوں کہ تعلیم یا علاج کے لیے قرآنِ کریم پڑھنے میں کوئی فرق نہیں۔''

(سبل السّلام : 117/2)

سوال: جلسہ استراحت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: پہلی اور تیسری رکعت میں سجدوں کے بعد بیٹھنا، جلسۂ استراحت کہلاتا ہے۔ جلسہ استراحت سنت ہے۔

❁ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، فَإِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ

مِّنْ صَلَاتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا .

''میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا، جب آپ طاق رکعت میں ہوتے، تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوتے، جب تک سیدھے ہو کر بیٹھ نہ جاتے۔''

(صحيح البخاري : ٨٢٣)

❁ نبی کریم ﷺ نے ایک ایسے شخص کو، جو نماز صحیح طرح نہیں پڑھ رہا تھا، نماز کا طریقہ بتلایا اور اسے فرمایا:

ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا .

''پھر (دوسرے سجدے سے) سر اٹھائیں اور اطمنان سے بیٹھ جائیں۔''

(صحيح البخاري : ٦٢٥١)

فائدہ:

❁ ایوب سختیانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَّمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُونَهٗ كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ .

''سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ ایک ایسا عمل کرتے تھے، جو میں نے عام لوگوں کو کرتے نہیں دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ تیسری اور چوتھی رکعت میں (دو سجدوں کے درمیان) بیٹھتے تھے۔''

(صحيح البخاري : ٨١٨)

اس سے مراد دو سجدوں کے درمیان والا قعدہ ہے، نہ کہ دو سجدوں کے بعد (جلسہ استراحت) والا۔

مطلب یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ صرف یہی قعدہ کرتے ہوں گے، جب کہ دیگر صحابہ اور تابعین تمام رکعات میں دو سجدوں کے درمیان قعدہ کرتے تھے۔

اسے جلسہ استراحت کی نفی پر دلیل بنانا سراسر غلط ہے، کیوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بَابُ الْمُكْثِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ ''دو سجدوں کے درمیان ٹھہراؤ کا بیان'' کے تحت ذکر کیا ہے۔

❀ سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر دکھائی، تو سب نے یک زبان ہو کر کہا:

صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''آپ نے سچ کہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی نماز ادا کرتے تھے۔''

❀ اسی حدیث میں ہے:

ثُمَّ قَالَ : اللّٰهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ ثَنٰى رِجْلَهٗ وَقَعَدَ وَاعْتَدَلَ حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهٖ، ثُمَّ نَهَضَ .

''پھر اللہ اکبر کہا اور ایک پاؤں کھڑا کر لیا اور اس قدر اعتدال کے ساتھ بیٹھ گئے کہ ہر ہڈی اپنے فطری مقام پر پہنچ گئی، پھر کھڑے ہو گئے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٥/٤٢٤، سنن أبي داود : ٧٣٠، سنن الترمذي : ٣٠٤، سنن ابن ماجه : ١٠٦٢،٨٦٢، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۹۲)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۵۸۷)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۸۶۵)، حافظ خطابی رحمہ اللہ (معالم السنن : ۱/۱۹۴)، حافظ نووی رحمہ اللہ (خلاصۃ الأحکام : ۱/۳۵۳) اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (تہذیب

السنن:۲/۴۱۶)نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو نماز تسبیح کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرمایا:

ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ، فَتَقُولُهَا عَشْرًا .

''پھر سر اٹھائیں اور دس مرتبہ دعا پڑھیں۔''

(سنن أبي داود : ۱۲۹۷، سنن ابن ماجه : ۱۳۸۷، وسندهٗ حسنٌ)

❀ اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۲۱۶) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

مذکورہ حدیث میں دو سجدوں کے بعد دس بار تسبیحات پڑھنے کا حکم ہے، جو کہ لازما جلسہ استراحت میں ہی ممکن ہے۔ اگر جلسہ استراحت مشروع نہیں، تو دس بار تسبیحات کس حالت میں پڑھی جائیں؟

❀ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا نَصٌّ فِي شَرْعِ جِلْسَةِ الْاِسْتِرَاحَةِ فِي هٰذِهِ الصَّلَاةِ فَلَا وَجْهَ لِلْاِحْتِرَازِ عَنْهُ .

''یہ حدیث تسبیح نماز میں جلسہ استراحت کے مشروع ہونے پر نص ہے، اس سے چھٹکارا ممکن نہیں۔''

(حاشية السّندهي على سنن ابن ماجه : ۴۲۰/۱)

❀ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

اَلشَّافِعِيَّةُ وَالْمُحَدِّثُونَ أَكْثَرُهُمُ اخْتَارُوا الْكَيْفِيَّةَ الْمُشْتَمِلَةَ عَلٰى جَلْسَةِ الْاِسْتِرَاحَةِ وَقَدْ عُلِمَ مِمَّا أَسْلَفْنَا أَنَّ الْأَصَحَّ ثُبُوتًا

هُوَ هٰذِهِ الْكَيْفِيَّةُ فَلْيَأْخُذْ بِهَا مَنْ يُّصَلِّيهَا حَنَفِيًّا كَانَ أَوْ شَافِعِيًّا .

''شافعیہ اور محدثین کی اکثریت نے (نماز تسبیح میں) جلسہ استراحت والی کیفیت اختیار کی ہے۔ ہماری سابقہ بحث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے صحیح ترین یہی کیفیت ہے، لہٰذا حنفی ہو یا شافعی، جو بھی نماز تسبیح پڑھنا چاہتا ہے، وہ اسی کیفیت کو اختیار کرے۔''

(الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة، ص ١٤١)

سوال: باجماعت نماز کا حکم کیا ہے؟

جواب: مردوں کے لیے نماز کو باجماعت ادا کرنا واجب ہے۔ جان بوجھ کر اس کا ترک جائز نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے ارادہ کیا ہے کہ لوگوں کو حکم دے کر جماعت کھڑی کروا دوں، پھر میں اپنے جوانوں کو حکم دوں کہ وہ ان لوگوں کے پاس جائیں، جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور لکڑیوں کے گٹھے سے ان کے گھر جلا دوں، اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ اسے موٹی تازی ہڈی یا دو عمدہ پائے ملیں گے، تو وہ عشا کی نماز میں بھی حاضر ہو جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 644، صحيح مسلم :651، المنتقى لابن الجارود : 304)

سوال: خواتین کی جماعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد میں باپردہ انتظام موجود ہو، تو خواتین جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہیں، البتہ ان پر جماعت میں شامل ہونا واجب نہیں۔ اسی طرح خواتین گھر میں بھی

باجماعت نماز ادا کرسکتی ہیں۔عورت امام بھی بن سکتی ہے،مگر صرف عورتوں کی۔اس صورت میں وہ صف کے درمیان میں کھڑی ہوگی۔

❁ ریطہ حنفیہ رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں:

أَمَّتْنَا عَائِشَةُ فَقَامَتْ بَيْنَهُنَّ فِى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ .

''ہمیں اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صف کے درمیان کھڑے ہو کر فرض نماز کی امامت کرائی۔''

(سنن الدّارقُطني : 1507 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''صحیح''کہا ہے۔

(خُلاصة الأحكام : 680/2)

(سوال): جمعہ کے دن درود کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درود وسلام پڑھنا باعث فضیلت اور باعث رحمت و برکت ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً؛ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا .

''اللہ اس پر دس رحمتیں کرتا ہے جو مجھ پہ ایک دفعہ درود پڑھے۔''

(صحيح مسلم : 408)

❁ دوسری روایت ہے:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً وَاحِدَةً؛ كَتَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهٗ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ .

''جوایک دفعہ مجھ پہ درود پڑھے، اللہ اس کی دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 262/2، وسندهٗ حسنٌ، وصحّحه ابن حبّان : 905)

یہ فضیلت ہر وقت اور ہر دن کے لیے ہے، جمعہ والے دن میں درود پڑھنے کی کوئی الگ فضیلت نہیں، اس بارے میں مروی ساری کی ساری روایات ضعیف وغیر ثابت ہیں۔

سوال: جمعہ کے دن غسل کا کیا حکم ہے؟

جواب: جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب اور مسنون ہے، اسے بلا عذر ترک کرنا کئی فضائل و برکات سے محرومی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ؛ فَلْيَغْتَسِلْ .

''جب آپ میں سے کوئی جمعہ پڑھنے آئے، تو غسل کر کے آئے۔''

(صحيح البخاري : 877، صحيح مسلم : 844)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ .

''جمعہ کے دن غسل ہر بالغ مسلمان پر واجب (ثابت) ہے۔''

(صحيح البخاري : 879، صحيح مسلم : 846)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِلّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ أَنْ يَّغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا .

''اللہ تعالیٰ کا ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ ہر سات دنوں میں ایک دن غسل کرے۔'' (صحيح البخاري : 898، صحيح مسلم : 849)

ان احادیث کا معنی درج ذیل احادیث وآثار سے واضح ہو جاتا ہے:

❁ ام المومنین، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''لوگ جمعہ کے دن اپنے گھروں اور دُور کے علاقوں سے گرد وغبار سے گزر کر آتے تھے۔ وہ گرد وغبار میں اَٹے ہوتے تھے اور پسینے سے شرابور ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے پاس تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آپ اس دن کے لیے غسل کرتے (تو اچھا ہوتا)۔'' (صحيح البخاري : 902، صحيح مسلم : 847)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ النَّاسُ مَهَنَةَ أَنْفُسِهِمْ، وَكَانُوا إِذَا رَاحُوا إِلَى الْجُمُعَةِ؛ رَاحُوا فِي هَيْئَتِهِمْ، فَقِيلَ لَهُمْ : «لَوِ اغْتَسَلْتُمْ» .

''صحابہ کرام محنت و مزدوری کرنے والے لوگ تھے، جب وہ جمعہ کے لیے آتے، تو اپنی اسی حالت میں آتے۔ اس پر انہیں یہ فرمایا گیا کہ اگر تم غسل کرو، تو بہتر ہے۔'' (صحيح البخاري : 903، صحيح مسلم : 847)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ مہاجرین اوّلین میں سے ایک صحابی مسجد میں داخل ہوئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پکارا: یہ کون سا وقت ہے؟ انہوں نے کہا: میں کام میں مصروف تھا اور گھر لوٹا ہی تھا کہ اذان سنی، صرف وضو ہی کیا اور آ گیا۔ فرمایا: اور کیا بھی صرف وضو، جبکہ آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو غسل کا حکم فرماتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 878، صحيح مسلم : 845)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَوَضَّأَ؛ فَبِهَا وَنَعِمَتْ، وَيُجْزِئُ مِنَ الْفَرِيضَةِ، وَمَنِ اغْتَسَلَ؛ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ.

''جو شخص وضو کرے، اس نے سنت کو لیا اور یہ سنت اچھی ہے اور اس کا فرض بھی ادا ہو گیا، لیکن جو شخص غسل کرے، تو یہ عمل زیادہ بہتر ہے۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي :295/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''اہل عراق میں سے کچھ لوگ آئے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہنے لگے: ابن عباس! کیا آپ جمعہ کے دن غسل کو واجب سمجھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، لیکن یہ زیادہ پاکیزگی کا سبب ہے اور زیادہ بہتر ہے۔ جو شخص غسل نہ کرے، اس پر فرض نہیں۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ غسل کیسے شروع ہوا؟ لوگ کام میں انتہائی مصروف تھے، اون کے کپڑے پہنے کمر پر بوجھ اٹھاتے تھے۔ ان کی مسجد تنگ تھی اور اس کی چھت نیچی تھی اور وہ تھا بھی چھپر۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سخت گرمی والے دن تشریف لائے، لوگ اون کے کپڑوں میں پسینے سے شرابور تھے اور ان سے پسینے کی بدبو کے بھبوکے اٹھ رہے تھے جس سے ایک دوسرے کو تکلیف ہو رہی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بدبو محسوس کی، تو فرمایا: لوگو! جب جمعہ کا دن ہو، تو غسل کر لیا کریں اور ہر شخص کے پاس جو تیل اور خوشبو ہو، لگا لیا کرے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اچھے دن لے آیا، لوگوں نے

اونی کپڑے پہننا چھوڑ دیے، ان کا کام بھی ہلکا ہو گیا، ان کی مسجد بھی وسیع ہو گئی اور پسینے کی وجہ سے جو ایک دوسرے کو تکلیف ہوتی تھی، وہ بھی تقریباً ختم ہو گئی۔''

(سنن أبي داوٗد : 353، المعجم الكبير للطبراني : 219/11، شرح معاني الآثار للطحاوي :116/1، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1755) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (280/1، 189/4) نے ''امام بخاری کی شرط پر صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس بارے میں ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔ (فتح الباري : 362/2)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِنَ السُّنَّةِ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ .

''جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔''

(مسند البزّار [كشف الأستار : 627]، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا روح کو فنا ہے؟

جواب: روح کو فنا نہیں۔ روح باقی رہتی ہے۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الْحَقُّ الَّذِي اتَّفَقَتْ عَلَيْهِ الرُّسُلُ وَأَتْبَاعُهُمْ، فَهُوَ أَنَّ هٰذِهِ الْأَرْوَاحَ بَاقِيَةٌ بَعْدَ مُفَارَقَةِ أَبْدَانِهَا، لَا تَفْنٰى وَلَا تُعْدَمُ، وَأَنَّهَا مُنَعَّمَةٌ أَوْ مُعَذَّبَةٌ فِي الْبَرْزَخِ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْمَعَادِ رُدَّتْ إِلٰى أَبْدَانِهَا، فَتُنَعَّمُ مَعَهَا أَوْ تُعَذَّبُ، وَلَا تُعْدَمُ وَلَا تَفْنٰى .

''جس حق بات پر رسولوں اور ان کے متبعین کا اتفاق ہے، وہ یہ ہے کہ روحیں جسموں سے نکلنے کے بعد باقی رہتی ہیں، یہ فنا نہیں ہوتیں، نیز یہ برزخ میں (اپنے اپنے اعمال کی بنا پر) نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی ہیں یا عذاب سے دوچار کی جاتی ہیں، پھر جب قیامت کا دن آئے گا، تو ان روحوں کو جسموں میں لوٹا دیا جائے گا اور وہ اپنے اپنے جسموں کے ساتھ نعمتوں سے سرفراز ہوں گی یا (اعمال کی خرابی کی وجہ سے) عذاب کا شکار ہوں گی، بہر کیف انہیں فنا نہیں۔''

(مَدارج السّالکین : 241/2)